جناب سید ہاشمی فرید آبادی

سلمان، رونی اور شیبانی خاندان

سلطان ابراہیم غزنوی سے بہرام غزنوی کے زمانے تک شیبانی خاندان کے چند افراد ہندوستان میں جولانیاں کرتے رہے۔ مختلف اوقات میں لاہور ان کے زیرِ انتظام رہا۔ لیکن آخری امیر بہلم[1] کے سوا دوسرے شیبانیوں کا حال متداول و میسر تاریخوں میں میّسر نہیں آتا۔ ناچار ہمیں لاہوری سخن طراز رونی اور مسعود سعد سلمان کا سہارا لینا پڑتا ہے، جنہوں نے ان امیروں کی مدح میں قصیدہ خوانیاں کی تھیں۔ اور وہ کسی قدر مغشوش صورت میں محفوظ رہ گئی ہیں[2]۔ شاعروں کی رہنمائی میں کسی صراطِ مستقیم کے ملنے کی توقع بھی نہ رکھنی چاہیے تاہم ایسے نامور عمائدِ لاہور اور فاتح سپہ سالاروں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ قصائد کی دھندلی روشنی میں جو کچھ مطالب ہاتھ آئے ٹٹول ٹٹول کر اکٹھے کرتے ہیں۔

خاندان کا پہلا سردار نجم الدین زریر شیبانی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے باپ کی صرف کنیت "ابوحلیم" شیبانی سے ہمیں واقفیت ہوئی اور وہ یہی بیٹے (زریر) سے اور آیندہ اسی خاندان اور کنیت والے شیبانی سے ملتبس کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ احوالِ ظاہر نجم الدین زریر پسر ابوحلیم ہی مراتب عالیہ پر سرفراز ہوا۔ اور اسی کے سلطان ابراہیم سے بغاوت کرنے پر مسعود سعد نے خاندان کے پترے لکھوے۔ (ص۲۷[3]) یعنی لکھا ہے کہ جب (وہ) اپنے وطن جاجرم وشت اسفرائن (خراسان) سے غزنی آیا تو ایک مریل بڈھے گدھے پر سوار تھا۔ دھجی اس کی لگام اور لکڑی کی رکاب تھی۔ پھٹے نمدے کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور پیٹ بھر کے روٹی مل جانا اسے بہت غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ محض بادشاہ کی عنایت سے اس مرتبے کو پہنچا کہ چالیس ہزار جنگ آزما سوار اس کے زیرِ عنان اور ہندوستان جیسی سرسبز و وسیع ولایت تحت فرمان آگئی۔ اسی جاہ و دولت نے اس کا دماغ خراب کیا کہ اپنے ولی نعمت سے سرکشی کی۔ اور آخر کو کفرانِ نعمت کی سزا پائی[3]۔

---

[1] اصل "بوحلیم" ہے جس کی طبقاتِ ناصری وغیرہ میں ایک دو جگہ صراحت مل سکتی ہے تعجب ہے اس کتاب کے فاضل مصحح آقائے حبیبی اس خاندان کو ابدالہ۔ میانوالی کے جاٹ یا افغانوں کی برادریوں میں تلاش کرنے جاتے ہیں۔ حالانکہ شیبانی صریحاً عربی نژاد خاندان تھا جو پہلے خراسان میں بسا، پھر غزنی اٹھ آیا تھا۔

[2] دیوان مسعود سعد کے فاضل مقدمہ نگار نے خاندان شیبانی کو ذیلی عنوان کا موضوع بنایا اور ان کی محنت سے ہم نے فائدہ اٹھایا مگر وہ بھی آخر میں اقرار کرتے ہیں کہ رونی اور سعود کے قدیم و صحیح نسخے دستیاب ہوں، تو ان امیروں کے حالات کی مزید تحقیق ہو سکتی ہے۔

[3] یہ حالات اس کے باپ ابوحلیم کے نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ رونی کے قصیدہ ۲۹ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ بھی ذی مرتبہ سردار تھا جس کے عہد کا شروع میں زریر وارث بنایا گیا: "زکسب جاہِ پدر شاد باش و برخوردار زریر نجم سپہ پرور و سپہ سالار"

آگے چل کر قصیدے میں ایک اور باغی سردار عمر کا قصہ آتا ہے کہ وہ پانی کے ذریعے فرار ہونا چاہتا تھا۔ بادشاہ نے "مراکب چوبیں" تعاقب میں دوڑائے۔ ان کاٹھ کے گھوڑوں میں ہر ایک پر دو دو سو سپاہی سوار تھے۔ "عاصی" سردار فرعون کی طرح دریا میں ڈوب کر دنیا کے پار گیا۔ ممکن ہے کہ یہ عمر اسی نجم الدین کا کوئی بھائی یا بیٹا ہو۔ ہم قصیدے کے چیدہ متعلقہ اشعار نقل کئے دیتے ہیں، اگرچہ ان میں بھی بعض الفاظ مشکوک رہ گئے ہیں:

همه زمین و زمان خرم ست و آباد اں — به بادشاهِ زمین و به شهریارِ زماں
ابوالمظفر سلطان عالم ابراهیم — که روزگار نه بیند بحق چو او سلطاں
بگو بدآں که خلاف خدائے گاں خواہد — که کار نامهٔ بے مغرور ایکے برخواں
نگاه کن که چه بر خویشتن بپیچد زدے — چگونه روئے بدو داد محنت و حرماں
شدش فراش آں حال کامد از جا جرم — نه قبائے پوشیده پاره و خلقاں
براه مرکب او بود پیرلاش خرے — زچوب کرده رکاب و ز لیف کرده عناں
همه تنعّم او آنکه سیر خوردے ناں — همه فراغت او آنکه گرم خفتے شب
لباس خویش پشم و بساطِ نرمش خاک — سلیح و آلت خاشاک و خونِ او انبان
بفرّ دولت و اقبال شهریار اجل — بقدر و رتبت بگذاشت تارک از کیواں
چو یافت از ملک شرق زور و زهرهٔ شیر — بدو سپرد ملک مرغزار هندستان
ولایتے که بدو داد خسرو عالم — هزار رائے فزوں بود در نواحی آں
بطول بود ز جهیاره تا بآسا سرو — بعرض بود ز کشمیر تا بسیبستان

(جھیارہ) دریائے جہلم کے کنارے کا غالباً وہی شہر تھا جس کی ایک اور جگہ املا "بلہیارہ" پڑھی گئی ہے۔ شاعر کی سوانح میں ہم پھر اس طرف رجوع کریں گے۔ "آسا سرو" لاعلمی کی مٹی میں دب گیا بجز اس کے کہ ہم اسے "آب سرو" قرأت کریں۔ جو سرجو (یا گاگرا) ندی کی قدیم فارسی املا تھی۔ جہلم کے مقابلے میں اسے لانا غیر موزوں نہ تھا۔ اور شمالی ہند کا یہی علاقہ سلطان محمود اعظم کی میراث بھی تصور کیا جا سکتا تھا۔ "سیبستان" شمال مغربی سندھ کا پرانا سوستان، بعد کا سیہوان سمجھنا سہل ہے۔ اگلے شعر میں رائے، راجہ کے ساتھ "خان" بھی مذکور ہیں۔ اور یا لواسطہ پنجاب و سندھ میں مسلم ریاستوں کی خبر دیتے ہیں۔)

"چو مار بیچاره بودے ز هد تیغش رائے — چو برگ لرزاں شدندے ز نوک تیرش خاں
چو از قبائل تبت به هر آں شیاں کرد — شدند بر فلک از مغزش نی شیاں
بداں سپاه و بداں حواسته فریفته شد — بگشت در سر بیهوش و مغز او عصیاں

لہ ستائش سلطان ابراہیم۔ صفحہ ۳۷۔

بہ نیم ساعت کفراں زہر چہ نعمت داشت ‏ تہی نشاندش آرے چنیں کند کفراں

ز پائے ہا بہ بندے شدش دوال رکاب ‏ بگردں اندر طوقے شدش زہ خفتاں

طلوع بودش چوں نجم و نجم نام وے است ‏ غروب باشد آرے پس از طلوع بداں

بقرب خسرو شد محترق چنیں باشد ‏ ہر آں ستارہ کہ با آفتاب کرد قراں

آخر کی چار بیتوں سے ڈرامائی انداز میں اس بزرگ سپہ سالار اور صاحب حکومت امیر کبیر کی معزولی اور گرفتاری ثابت ہوتی ہے۔ پھر سلطان کے فضائل، حسن تدبیر اور اقبال مندی کی مدح کے بعد ایک اور سرکش سردار عمر کا معرکہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ نجم الدین شیبانی کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ لیکن بظاہر وہ لاہور کے توابع میں ملتان یا مغربی پنجاب کا حاکم اور کنار مد یا کسی قلعے کا کرسی نشین تھا۔ شاعر نے یہ واقعہ اس خوبی سے نظم کیا ہے کہ ہم چند شعر نقل کئے بغیر نہ رہ سکے :-

عُمر چو دید کہ آمد سپاہ خسرو شرق ‏ بہ تاب آتش سوزاں و زور باد وزاں

در آب جست چو ماہی از آنکہ دانست او ‏ کہ تیغ خسرو مرگ است راست از ونتواں

ز بیر جنگ ملک مرکباں چو بیر ساخت ‏ نہنگ وار در افگندشاں بآب رواں

نشستہ در شکم ہر یکے دو بست سوار ‏ بزیر ایشاں آں مرکباں بر آب ستاں

در آب غرق عمر با سپاہ چوں فرعون ‏ ملک مظفر گشتہ چو موسیٰ عمراں

زریر شیبانی کا مناصب جلیل سے معزول اور پھر قلعۂ نائے کے شاہی بندی خانے میں محبوس کیا جانا یقینی طور پر معلوم ہے۔ مسعود سعد سلمان بھی دھک اور سو میں نظر بند رہنے کے بعد اسی قلعے میں منتقل کیا گیا اور جیسا کہ آگے آتا ہے، وہاں نجم الدین زریر شیبانی سے ملاقی ہوا تھا۔ قرائن سے شاعر کا نائے میں بھیجے جانے کا سال ۴۸۷ھ/۱۰۹۴ء قیاس ہوتا ہے لیکن اگر یہ سمجھا جائے کہ زریر کو سلطان ابراہیم کے عہد میں امارت ہند کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا تو یہ شہزادہ سیف الدولہ محمود کے نائب السلطنت مقرر ہونے یعنی (۴۹۲ھ) سے پہلے ہی کا زمانہ ہو سکتا ہے۔ اس قیاس کی تائید میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلطان ابراہیم غزنوی کی جن شاندار فتوحات کی ہندستان کی تاریخوں میں گونج باقی رہ گئی ہے، وہ سیف الدولہ کے لاہور آنے سے قبل اسی شیبانی سپہ سالار کی محنت و جانبازی کا ثمرہ ہونگی اور انہی کے صلے میں اسے "مرغزار ہندوستان" تفویض کیا گیا ہوگا۔ لیکن دقت یہ ہے کہ اگر اس کی سرکشی اور گرفتاری کو سیف الدولہ کی امارت سے ماقبل خیال کریں تو نائے میں اس کی قید کا زمانہ ۱۸ سال تک ممتد ہوگا، جو بہت بڑی مدت معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ غیر ممکن نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اگر ہم استاد رُونی کے قصائد کی سرخیاں پڑھیں تو یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ زریر شیبانی کا مرتبہ وزارت اور سپہ سالاری سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ مسعود سعد سلمان کے ایک قصیدۂ مدح (ص ۱۹۱) میں بھی جہاں اس کے جنگی کارنامے گنائے ہیں "وزیر" لکھا ہے مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے

بہرحال قلعہ جو کچھ ہو وہ لاہور کے مرکز ہی سے ممالک ہند پر فوج کشی کرتا ہے جس کی ہمارے دونوں شاعر دل کھول کر داد دے

رہے ہیں۔ ابوالفرج رونی کہتا ہے :-

ازجہاں آفریں ہزار ہزار — آفریں باد بر سپہ سالار
بو حلیم زریر شیبانی — پیل صف دار و شیر آتش کار
آنکہ آسیب تیغ او برسید — ازلب سند تا بہ دریا بار
آنکہ معبود اہل ملہی را — خرد بشکست و ضبط کرد حصار
آنکہ رہ زو بدشت نارائن — درمیانِ ہزار داند سوار
ہرکہ با او برابری طلبد — گو چنیں یک دو کار کرد بیار
نیزہ بستاں وحلہ بر بر جائے — لشکر دیو پال را بردار

ملہی علم کے طور پر قصائد رونی میں دوسری جگہ بھی آتا ہے۔ (مثلاً قصیدہ ۱۰ میں) لیکن صاف طور پر واضح نہیں کہ مقام تھا یا کسی راجہ کا نام تھا۔ مسعود سعد کے دیوان میں قنوج کے راجہ کا نام "ملہی" نظر سے گذرتا ہے (اوپر۔ باب سوم، فصل سوم) "نارائن" عجب نہیں کہ وہی نرائن (نواح انبالہ و کرنال) کا بھیانک میدان ہو۔ جسے مہابھارت سے لے کر احمد شاہ درانی تک تاریخ اور قبل تاریخ زمانے کی کئی بڑی لڑائیاں آدمی کے خون کی سُرخیاں بہم پہنچا چکی ہیں۔ بہرحال زریر شیبانی کی یہ کوئی بڑی مہم تھی، بظاہر مسعود سعد اسی کی بعض مزید تفصیلات فراہم کرتا ہے۔

اے غزا کار حیدرِ صفدر — اے سخا پیشہ حاتمِ سرور[۱]
قطب ملت وزیر شیبانی — مفخر آں وزینتِ گوہر
چوں تو ناکردہ گردشِ ایام — چوں تو نادردہ گردشِ اختر
بغزا رفتہ با ہزار نشاط — آمدہ باز با ہزار ظفر
کردہ اندر صمیم تابستاں — بیش برکشورے دحش چو سقر
اندریں رہ ہزار بت کدہ بیش — کردہ ویراں بجنبش لشکر
اندراں غزو صد ہزار فزوں — بہ پئے پیل کردہ زیر و زبر
تو کشیدہ سپہ بہ نارائن — مالوہ از تو در گریز و حذر
وز شکوہ و تو روشنائی روز — تیرہ گشتہ بر اہل کالنجر
لب کفر از نہیب نہب تو خشک — چشم شرک از ہراس یاس تو تر

یہ آخری شعر حسنِ بلاغت کی بنا پر آئندہ نقل ہوتا رہا۔ اور حقیقت میں تحسین کا حق دار تھا۔ مگر اس سے بھی بلیغ اگلے

---

[۱] مدح نجم الدین شیبانی صفحہ ۲۱۸ — [۲] غالباً زریر ہے۔

شعر ہیں۔ جن میں شاعر کے قلم نے ترتیب لشکر کی شبیہ دکھائی ہے کہ وہ ایک متحرک پہاڑ کی طرح بڑھتا تھا۔ جس کے دونوں سروں پر پچاس پچاس دیو ہیکل ہاتھی کی گنجان صفیں اسے اژدہائے دوسر کی ہم صورت بناتی اور لوگوں کے دل دہلا دیتی تھیں:

"خلق را ساختہ معسکر تو　　صورتے شد ز عرصۂ محشر
یک رمہ کوہ دید ہر گز کس　　کہ رواں شد برد ئے صحرا بر
ہر یکے در میانۂ دو ستوں　　اژدہائے فرو فگندہ دوسر
گرد رفتارِ شاں بکوہ و دشت　　بانگ آئینہ شاں بہ بحر و بر
گر ندیدی کہ من ہمی گویم　　پیش لشکر گہ تو گو بنگر
تا بہ بیند گزیدہ پنجہ پیل　　ہمہ ہاموں نورد و دریا در
ہمہ عفریت شخص و صاعقہ فعل　　ہمہ خارا شُرین و سنداں بر

یہ سب اہتمام بادشاہ (ابراہیم) کی خدمت اور خوشنودی کے واسطے ہیں اور اسی پر منحصر نہیں۔ خود پتھر اس کے لئے چاندی لاتا ہے۔ مٹی اس کی زربخشی کے لئے سونا، اور سمندر تحفے میں موتی حاضر کرتے ہیں۔ اس کی آرائش بزم کے لئے ترکستان میں مائیں خوب صورت بچے پالتی ہیں۔ صحرا اچھے سے اچھے بچھیرے نکالتا ہے۔ روم و بغداد، بصرہ و شُشتر فرش و لباس کے واسطے بہترین کپڑا تیار کرتے ہیں۔..... یہ تو سب کچھ ہے مگر زندہ ہاتھی نذر میں لانا سپہ سالار زریر ہی کا کام ہے۔

بہ ہمہ وقت ہا ازیں اجناس　　ہر کس آرد بضاعتے درخور
کہ تواند کہ زندہ پیل آرد　　تو توانی، تو اے یلِ صفدر!

اس قصیدے میں ضمناً ہم زریر کے مرحوم باپ کا نام "ابو حلیم شیبانی" پڑھتے ہیں:-

"شادزی شادزی خداوندا　　کز بزرگی و جاہ چوں تو پسر
تربتِ بوحلیم شیبانی　　روضۂ شد زخلد با کوثر"

ایک اور مقام پر اسی ولایت کے ساتھ بظاہر اس کے دو نوجوان فرزندوں کا نام شعیب اور غضنفر بتایا ہے

شاد بادا اے زریر دولت یار　　دیر زی اے گزیں سپہ سالار

وہ عراق و خراساں میں بڑی بڑی مہمات سر کرکے آیا اور شاہی قدردانی سے مزید اعزاز و مراتب کے ساتھ دوبارہ ہندوستان بھیجا گیا ہے:-

---

لہ لطف بیان کے اعتبار سے اسی امیر کی مدح میں مسعود کی یہ رباعی بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔

اے فتح بخاست روز بازارِ تو خیز　　در کوکبۂ سپہ سالار آویز
اے نصرتِ دین بخیر بکشائے تخیز　　اے کفر ز اندر زریر بوحلیم ستّ گریز!

شاہ را دیدی آفتاب نہاد — اندر ایوان آسمان کردار
نور گسترد بر تو چندانی — کہ شدی چوں بہ دو پنج وچہار
برکشید و چنیں نوید کہ دید — رتبت تو چو چرخ آئینہ دار
بازگشتی بسوئے ہندستان — کارہا کردہ چوں ہزار نگار

ہندستان میں اس کی آمد نے جنگ کا بازار تیز اور شرک کے دانت کند کر دئے ہیں :-

کند شد باز شرک را دنداں — تیز شد باز رزم را بازار
خودہا را کشادہ گشت غلاف — تیغ ہا را زدودہ شد زنگار
باز در مرغزار ہندستاں — شاخ مروی سعادت آرد بار
از تنِ گم رہی بریزد پوست — در دل کافری بروید خار
پسرِ بو حلیم شیبانی — سرکش و صفدر دیل و سردار
کیست اندر زمین ہندستاں — ایں شگفتے ازاے خانہ شمار
کہ نہ لرزد ز ہول تو چوں مرغ — کہ نہ پیچد ز ترسِ تو چوں مار
سطوتے ہست ایں چنیں ہائل — لشکرے ہست ایں چنیں جرّار
بہ شعیب و غضنفر ایں دو ہزبر — کہ سپاہ گراں سبک بہ شمار
آں چناں داں کہ نصرت و فتح مند — ایں عزیزانت بر یمین و یسار

لیکن یہ مجسم فتح و نصرت یعنی شعیب و غضنفر آیندہ دشتِ گم نامی میں چلے جاتے ہیں اور پھر سامنے نہیں آتے۔ خود زریر کی نسبت ہم ایک قصیدے میں دیکھتے ہیں کہ ابو رشید سے شاعر سفارش کر رہا ہے کہ ہندستان کی سپہ سالاری مشارٌ الیہ کو سونپ دی جائے۔ رشید محتاج شہزادہ علاء الدولہ مسعود کے زمانۂ امارت لاہور میں غالباً اس کا اور پھر خود سلطان ابراہیم کا وزیر تھا۔ اس کے معنے یہ ہونگے کہ نلے کی قید سے چھوٹ کر زریر کم سے کم کچھ مدت تک اپنا سابقہ سپہ سالاری کا عہدہ نہیں پا سکا۔ یہ شعر ابو رشید کی طولانی مدح میں بہ تصحیح مصحح اس طرح آتے ہیں۔

مرغزار نشاط را بہ سپار — بزریر آں ہزبر ہندستاں
آنکہ از گوہرش بہ چرخ رسید — رتبتِ گوہر بنی شیباں

آخر میں قلعہ نامے میں مسعود سعد کی پیش گوئی کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس نے زریر شیبانی کی رہائی اور بحالی کا جو حکم لگایا تھا وہ صحیح نکلا۔ شاعر ایک تہنیت نامے میں اسے نیک فال اور آیندہ ترقی کی امید لاتا ہے۔ اگر اس نامی سپہ سالار کی سوانح ٹھیک ٹھیک مرتب ہو سکتی تو یہ قید و نجات کا واقعہ اپنی جگہ کہیں اور پر مذکور ہوتا۔ لیکن قصیدے میں کسی کارآمد اشارے

ملتے ہیں لہٰذا متعلقہ اشعار کو ہم نظر انداز نہیں کرسکتے:

اے خداوند عید روزہ کشائے   بر تو فرخندہ شد چو فرّ ہمائے
مژدہ ہا دادرت ز نصرت و فتح   شاد باش و بعزو باز گرائے
اے سخا کار را و بزم افروز   وے ہما پیشہ گرد رزم آرائے
بدہ انصاف آنچہ می بینی   من بگفتم ترا بقلعۂ نائے
مژدہ ہا دادمت بقوّتِ دل   وعدہ ہا کردمت بصحت رائے
فالہائے کہ من زدم دیدی   کہ چگونہ تمام کرد خدائے
آنچہ کردست و آنچہ خواہد کرد   دہ یکے نیست یک دو ماہ بپائے
ہم بدیں تیغ ہائے آتش بار   ہم بدیں سرکشانِ آہن خائے
رُتبتِ بوحلیمیاں برکش   افتخار زریریاں بفزائے

آخری شعر سے یہ نکتہ روشن ہوا کہ پورا خاندانِ شیبانی پہلی کنیت سے "بوحلیمی" معروف ہوگیا تھا۔ اسی کنیت کو طبقاتِ ناصری میں "باحلیم" لکھا ہے۔ وہ بعد کے ہندی تلفظ و تصرف سے یا غلط نویس کاتبوں کی بدولت "بہلیم" بن گیا۔ کہ عرب کے بجائے بھارت سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ القصہ، شاعر نے زریر شیبانی کے بارے میں اس مرتبہ بھی خوش آیند حکم لگائے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہ صحیح نہ نکلے نجم الدین کے اقبال کا آفتاب غروب ہوگیا۔ البتہ خاندانِ شیبانی کے دو نئے ستارے اُفقِ لاہور پر طلوع ہوئے جن میں ایک سپہ سالار "محمد علی سرہنگ" تھا جس کی خاندانی کنیت آگے چل کر نام کے آگے لگا دی گئی۔ اور "محمد بہلیم" لکھا جانے لگا۔ دوسرا اسی کا بھائی ربیع شیبانی بظاہر والئ لاہور مقرر ہوا اور ولایت ہندستان کے دیوانی اور مالی انتظامات اس کے سپرد کئے گئے۔

یہ ۵۰۹ھ/۱۱۱۵ء کا واقعہ ہے۔ یہاں ہمیں چند جملوں کی کڑیوں سے تاریخ کا سلسلہ جوڑ لینا چاہئے کہ ۵۰۸ھ یا ۵۰۹ھ میں علاء الدولہ مسعود (الکریم) نے وفات پائی۔ ایک بادشاہی کے بارہ بیٹے وارث چھوڑے۔ ان میں لاہور کا نائب السلطنت شیرزاد مرحوم باپ کی تقلید پر قوی تر دعویٰ رکھتا تھا۔ ایک روایت کی رُو سے اس نے غزنی کے قریب بُست میں اپنی بادشاہی کا نقارہ بجایا، اور چند ماہ اس نعمتِ عظمیٰ سے لطف اندوز ہوا۔ لیکن امرائے غزنی ساتھ نہ تھے[1]۔ شاید سنجر سلجوقی کا خوف غالب تھا جس کی بہن عہدِ عراق مرحوم سلطان غزنی سے بیاہی تھی۔ اور اس کے بطن سے دو شہزادے، سلطان الدولہ ارسلان اور معز الدولہ بہرام میراثِ پدر کے اُمیدوار تھے۔ چنانچہ اوّل ارسلان غالب آیا۔ شیر شکار شیرزاد بھائی کے ہاتھ سے شکار ہوا۔ (۵۰۹ھ/۱۱۱۵ء) مگر ارسلان کی

---

[1] بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ وزیر عبدالحمید احمد عبدالصمد نے شیرزاد کو لاہور سے بلا کر اعزاز و احتشام سے غزنی میں تخت پر بٹھایا اور چند مہینے وہ عیش پرستی اور کثرتِ مے خواری پر اسے متنبہ کرتے رہے۔ (دیکھئے حیاتِ مسعود سعد از نوید الدولہ)

سلطانی بھی گویا ڈھائی گھڑی کی بادشاہی تھی کہ ۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء ہی میں ختم ہوگئی۔ معزالدولہ بہرام سلجوقیوں کی مدد سے تختِ غزنی پر متمکن ہوا بعض تاریخوں میں اسی کو سنجر کا سگا بھانجا لکھا ہے لیکن یہ جداگانہ موضوع ہے۔ یہاں یہ بتلانا مقصود ہے، کہ ربیع اور محمد شیبانی سلطان ارسلان کے جاں نثاروں میں ممتاز ہوئے۔ اسی بادشاہ نے وفاداری کے صلے میں ولایت ہندستان تفویض کی۔ مسعود سعد ایک طولانی دوگانہ قصیدے میں ارسلان کی تاج پوشی پر اس طرح تہنیت سرائی کرتا ہے:-

برصُفّۂ بادشاہ بگذر   وآرائش تخت و ملک بنگر
برتخت نشستہ فردِ شرق   منصور و موئّد و مظفّر
سلطان ملک ارسلان مسعود   تاج ملکانِ عصر یکسر
بے رنج بکام دل رسیدہ   از یاریٔ بخت و عون کرگر

مطبوعات

مجلس ترقی ادب

تعارف جدید سیاسی نظریۃ	مترجمہ عبدالمجید سالک و عبدالمحصی	۲ ۱۲ ۰
غیب وشہود	مترجمہ سید نذیر نیازی	۳ ۴ ۰
حکمتِ قرآن	مصنفہ محمود مختار۔ ترجمہ صوفی غلام مصطفٰے تبسّم	۱ ۰ ۰
دولتِ اقوام	ترجمہ عطاءاللہ وفخری	
فلسفہ شریعتِ اسلام	مترجمہ شیخ عنایت اللہ ومحمد احمد رضوی	۵ ۰ ۰
نظامِ معاشرہ اور تعلیم	مترجمہ عبدالمجید سالک وعزیز	۴ ۰ ۰

ملنے کا پتہ:-

سکرٹری مجلس ترقی ادب۔ نرسنگھ داس گارڈن۔ کلب روڈ۔ لاہور